۵۲

اسلام کی خاطر متحد ہو جاؤ

(فرمودہ ۲۵/ مئی ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اس وقت مسلمانوں کی جو حالت دنیا میں ہو رہی ہے اور خصوصاً ہندوستان میں ان کے حقوق کو جس طرح پامال کیا جا رہا ہے وہ ہر ایک عقلمند کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ جب قوموں پر تباہی اور ادبار کا زمانہ آتا ہے تو اس حالت میں ان کی آنکھوں پر چربی چھا جاتی ہے۔ وہ باتیں جو معمولی آدمیوں کو بھی نظر آجاتی ہیں ان کو نظر نہیں آتیں۔ وہ گر رہے ہوتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ گر رہے ہیں۔ وہ مٹ رہے ہوتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ مٹ رہے ہیں۔ وہ مر رہے ہوتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ مر رہے ہیں۔ غرضیکہ اس وقت تک ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے جب تک کہ علاج بے سود اور تدبیر بے کار نہیں ہو جاتی۔ دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ ان کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ پہچاننے والے پہچانتے ہیں کہ ان پر مصیبتوں پر مصیبتیں پڑ رہی ہیں حتیٰ کہ رہ گذر بھی محسوس کرتے ہیں کہ اس قوم پر خدا کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ لیکن نہیں دیکھتی اور نہیں محسوس کرتی تو ایک وہ قوم جو مصیبت، ادبار اور تکلیف میں مبتلاء ہوتی ہے وہ دکھوں کو عارضی اور مصیبتوں کو غیر حقیقی اور ان عذابوں کو جو اس پر نازل ہو رہے ہوتے ہیں صرف سطحی آثار خیال کرلیتی ہے اور کبھی اپنی اصلاح و درستی کی طرف توجہ نہیں کرتی۔

مسلمانوں کی اس وقت یہی حالت ہو رہی ہے وہ کسی ایک کلمہ پر نہ جمع ہوتے ہیں اور نہ جمع ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور حالات ایسے ہو رہے ہیں کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ جمع ہو بھی نہیں سکتے۔ جو ان کے سب سے زیادہ خیر خواہ نظر آتے ہیں وہی ان میں سب سے زیادہ لڑنے

اور لڑانے والے ہیں۔ جو ان کی رہنمائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں وہی سب سے زیادہ ایک دوسرے کا گلا پکڑنے والے ہیں۔ اور ان کی حالت وہی ہے کہ

مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

بجائے اس کے کہ وہ قومی لیڈر اور راہ نما جن کا کام تھا کہ اس بھنور میں پھنسی ہوئی قوم کی کشتی کو نکالتے اور اس راہ سے بھولے ہوئے کارواں کو راہ راست پر ڈالتے ان کے اوقات لڑائی، جھگڑے اور دنگہ وفساد میں خرچ ہو رہے ہیں۔ حالت تو مسلمانوں کی ایسی ابتر ہو چکی ہے کہ اگر اس وقت کروڑوں آدمی بھی ان کو بچانے کی کوشش کرتے تو بھی تھوڑے تھے مگر جو تھوڑے سے بچانے کا دم بھرتے ہیں ان میں سے بھی ہر ایک کی کوشش یہ ہے کہ دوسرے کا گلا گھونٹوں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے دس بیس آدمی ڈوب رہے ہوں تو ان کو بچانے کے لئے بھی دس بیس کی ضرورت ہوگی مگر میسّر صرف تین چار ہوں اور وہ بھی ایک دوسرے کا گلا پکڑ کر اس بات پر لڑ رہے ہوں کہ میں کودوں یا تم کودو۔ نتیجہ یہ ہوگا نہ یہ کودے گا نہ وہ اور ڈوبنے والے ڈوب جائیں گے۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی کہ آخر وہ چیز جس کے لئے انسان ایک دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے وہ صداقت اور حقیقت ہوتی ہے۔ پھر صداقت کے لئے ہم ذاتی بغض اور عداوت ایک دوسرے سے کیوں رکھیں۔ اسلام کی ترقی کا انحصار اس پر نہیں کہ زید بکر کو گالیاں دے اور بکر عمر پر حملے کرے بلکہ اصول پر ہے اور تم ان اصول کی تعلیم دو تبلیغ کرو لیکن ذاتیات میں مت پڑو ایک دوسرے کو گالیاں مت دو۔ ہر شخص جسے بچا سکتا ہے بچائے اور آپس میں دست وگریبان نہ ہو۔ آخر ہمارے وقت محدود ہیں ہمارے قلموں کا اور ہماری زبانوں کا حلقہ اثر محدود ہے۔ ہر شخص اپنے حلقہ اثر میں ان امور کی تعلیم دے جو مشترکہ ومتحدہ ہیں۔ مسلمانوں کو ابھارے اور انہیں کہے کہ مشترکہ فوائد کے لئے متحد ہو جاؤ۔ پھر وہ اصول جن کے متعلق کوئی سمجھے کہ وہ مشترکہ نہیں مگر اس کے نزدیک ان پر چلنا ضروری ہے ان کے متعلق دلائل دے ان کی تبلیغ کرے اور ہر شخص ان کو شوق سے سنے۔ مثلاً احمدی اس بات کے لئے تیار ہیں کہ گو ہمارا ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں اور آپؑ کے قائم کردہ نظام میں داخل ہوں کیونکہ یہ نظام خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے لیکن ہم اس بات کے

لئے تیار ہیں کہ ایک حنفی آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف دلائل دے ہم سننے کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح وہابی آئے اور اپنے دلائل سنائے ہمارا اس میں کیا حرج ہے ہم سنیں گے۔ اسی طرح شیعہ آئے اور اپنی باتیں سنائے اور ہم تو پہلے ہی سنتے ہیں ہمیں اس پر کبھی اعتراض نہیں ہؤا۔ ہم تو خود کہتے ہیں کہ ہماری باتیں سنو اور اپنی سناؤ جب تم دیانتداری سے سمجھتے ہو کہ تمہیں اسلام کی ترقی کے متعلق وہ باتیں معلوم ہیں جو دوسروں کو نہیں معلوم تو تمہارا فرض ہے کہ دوسروں کو سناؤ لیکن ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کا کیا فائدہ اور اس کا اسلام کی ترقی سے کیا تعلق۔ وہی وقت جو ایک دوسرے کو گالیاں دینے اور لڑنے جھگڑنے میں خرچ کرتے ہو وہی قوم کو ترقی کی طرف لے جانے اور اسلام کی ترقی کے لئے خرچ کرو تو فائدہ ہو گا یا نقصان؟ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اگر واعظوں کے وعظ کی تصنیفات اور اخبار نویسوں کی تحریریں جمع کر کے دیکھا جائے کہ ان کا ذاتی جھگڑوں میں کتنا وقت لگتا ہے اور قومی ترقی کی تدبیریں بتانے میں کتنا تو ذاتی جھگڑوں اور اعتراضوں کے لئے بہت زیادہ وقت نکلے گا اور جو تھوڑا بہت وقت قومی تدابیر پر صرف ہؤا ہو گا اس میں ایسی تدابیر ہوں گی جو فضول ہوں گی۔ اور ان میں بہت کم ایسی ہوں گی جو ٹھوس اور مسلمانوں کی ترقی سے تعلق رکھتی ہوں گی۔

حالت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ ہماری تمام پالیسی ہی تباہ کن ہوتی ہے۔ ہر قلم جو چلتا ہے اعتراض کے لئے چلتا ہے، ہر زبان جب کھلتی ہے عیب چینی کے لئے کھلتی ہے، ہر دماغ جب سوچتا ہے تو یہی سوچتا ہے کہ فلاں میں نقص کیا ہے، آنکھیں جب دیکھتی ہیں دوسرے میں کیڑے ہی دیکھتی ہیں غرضیکہ دوسروں میں کوئی خوبی ہمیں نظر نہیں آتی۔ عیب ہمیشہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔ اچھی چیز سمجھنے کے لئے ہمارے دماغ تیار نہیں عمدہ اور اچھی باتیں لکھنے سے ہمارے قلم کانپتے بلکہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ زبانوں کو لکنت ہو جاتی ہے بلکہ بند ہو جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ہر شخص کو مسلمانوں کے عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ اور بات بھی صاف ہے جب ہمیں اپنے آپ میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں تو دوسروں کو خوبیاں کس طرح نظر آسکتی ہیں۔ میں نے اتحاد کی تحریک کے ماتحت اپنی جماعت کے اخبار نویسوں اور مصنفوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ لکھیں بلکہ یہاں تک تاکید کر دی ہے کہ اپنے بچاؤ اور خود حفاظتی کے لئے بھی ایسی باتوں میں نہ پڑیں۔ اور پچھلے سال کا اس تحریک کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ

بہت سے مسلمانوں میں خواہ وہ کسی فرقہ کے ہوں احساس پیدا ہو گیا ہے کہ اتحاد ہونا چاہئے اور ایسی رَو پیدا ہو گئی کہ خیال ہوتا تھا شاید مسلمانوں کی ترقی کے دن آگئے ہیں اور ان کی حالت کی اصلاح ہو جائے گی مگر پرانی عادتیں آہستہ آہستہ ہی مٹتی ہیں۔ چلتی گاڑی کو روکنا مشکل ہوتا ہے اگر انجن لگا ہو تو اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ پھر جب کہ اس کی بریکیں بھی ایسے شخص کے قبضہ میں ہوں جس کے پیش نظر یہی ہو کہ چلتی ہی جائے خواہ آگے کچھ آجائے۔ مسلمانوں کے لڑائی جھگڑے کی گاڑی چل رہی تھی اس کے آگے انجن لگا ہؤا تھا بریک بھی ہمارے قبضہ میں نہ تھا اس کو چلانے والے کچھ دیر ہمارا شور سن کر ٹھہرے کہ کیا بات ہے اسے سنیں مگر سن کر کہنے لگے یہ تو وہی پرانا اتحاد کا راگ ہے انہوں نے اور کوئلے ڈالے سٹیم نئی پیدا کی اور انجن چلا دیا۔

نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اسلامی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ اسلامی فوائد تباہ ہو رہے ہیں اور ان کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اسلام کی تبلیغ مٹ رہی ہے۔ غیر مسلم مسلمانوں کے حقوق میں دست اندازی کر رہے ہیں کوئی ان کو روکنے والا نہیں۔ شدھی کا طوفان بپا ہو رہا ہے کبھی یہاں اور کبھی وہاں۔ اس کی وبا کبھی پنجاب میں اور کبھی بنگال میں کبھی یو۔ پی میں اور کبھی بہار میں جب پھوٹتی ہے تو اس وقت مسلمان صرف یہ کہتے ہیں کوئی ہے مرتد ہونے والوں کو بچانے والا۔ اور ہر ایک سمجھتا ہے یہ دوسروں کا فرض ہے کہ جن لوگوں کو مرتد کیا جا رہا ہے انہیں بچائے میرا فرض نہیں ہے۔ مسلمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہتے ہیں دو شخص کسی درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ پاس سے ایک سپاہی گذرا جو اپنے کام پر جا رہا تھا کہ اسے آواز آئی ادھر آنا۔ اس آواز کے عجز اور لجاجت سے متأثر ہو کر سپاہی ان کے پاس گیا۔ ان میں سے ایک شخص نے بڑی حسرت سے اسے کہا اچھا ہؤا آپ آگئے میں بڑی دیر سے اس انتظار میں تھا کہ میری چھاتی پر بیر پڑا ہے اسے کوئی اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دے۔ سپاہی نے پہلے سمجھا اپاہج ہو گا مگر جب اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں تو اسے برا لگا۔ اس نے بہت ملامت کی کہ ایسے فضول کام کے لئے تو نے راستہ چھڑا کر مجھے بلایا میں اس قدر ضروری کام پر جا رہا تھا یہ تو نے کیا کیا۔ یہ سن کر دوسرے نے کہا کہ بھائی اس کی سستی کی کیا پوچھتے ہو یہ بہت ہی کاہل اور سست آدمی ہے۔ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا یہ پاس ہی تھا مگر ہشت تک نہ کر سکا۔ یہ سن کر سپاہی نے سمجھا کہ ان کو نصیحت کرنا فضول ہے اور وہ چلا گیا۔

جہاں میں دیکھتا ہوں شدھی کا جال بچھایا جاتا ہے وہاں کے مسلمان شور مچا دیتے ہیں

مسلمانوں میں غیرت نہیں رہی کوئی ہماری خبر نہیں لیتا۔ میں کہتا ہوں خدا کے بندو تم خود کیوں اپنی چھاتی پر سے بیر نہیں اٹھا لیتے کہاں سے مسلمان آئیں جو تمہاری خبر لیں؟ کہاں کے مسلمانوں میں تم سے زیادہ اتحاد پایا جاتا ہے؟ کہاں کے مسلمانوں میں تم سے زیادہ مال و دولت ہے؟ تم خود اپنی خبر کیوں نہیں لیتے؟ اور کیوں اپنی حفاظت نہیں کرتے؟ مگر ہر جگہ سے یہی آواز آتی ہے کہ کوئی ہے جو ہماری خبر لے۔ بنگال میں اگر شدھی کا فتنہ اٹھتا ہے تو وہاں شور مچ جاتا ہے کہ کیا پنجابی مسلمان سو گئے اور علماء مر گئے کیوں ہماری خبر کو کوئی نہیں آتا۔ اسی طرح پنجابی مسلمان اپنی جگہ شور مچاتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے تم کس مرض کی دوا ہو۔ اسی طرح یو۔ پی میں فتنہ پیدا ہو تو بہار والوں کو کوسا جاتا ہے اور بہار والے بنگالیوں کو برا بھلا کہتے ہیں یہ نہیں کہ خود اپنی حفاظت کا انتظام کریں۔ پھر میں کہتا ہوں خبر لینے والے بھی ہوتے ہیں مگر ان سے جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ ملکانوں میں جب شدھی شروع ہوئی تو پہلے ہمیں آوازیں دی گئیں اور کہا گیا کہ احمدی کہاں ہیں وہ سب سے زیادہ حفاظت و اشاعت اسلام کا دعویٰ کیا کرتے ہیں اب کیوں آکر انہیں نہیں بچاتے۔ مگر جب ہم وہاں پہنچے تو ایک ایک احمدی کے پیچھے دو دو مولوی لگ گئے اور کہنے لگے پہلے ہم احمدیوں کی خبر لیں گے اور پھر آریوں کی طرف متوجہ ہوں گے۔ احمدی ہونے سے آریہ ہو جانا اچھا ہے۔

پس جنہیں کہا جاتا ہے کہ ہمیں بچاؤ اور وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم بچانے کے لئے تیار ہیں مگر ان سے بھی کوئی اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔ ہم دوسروں کی طرح کسی سے یہ نہیں کہتے کہ آؤ ہمیں بچاؤ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آؤ ہم تمہیں بچاتے ہیں مگر کہا جاتا ہے کہ تم اندر کے دشمن ہو اور دوسرے باہر کے دشمن ہیں اور اندر کا دشمن ہمیشہ باہر کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اس لئے دوسروں کی بجائے پہلے تمہاری مخالفت کریں گے۔ ہماری طرف سے جو تحریک ہوتی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں ان کی کوئی اپنی غرض ہو گی اس کی مخالفت کرنی چاہئے۔ میں نے رسول کریم ﷺ کی عزت کے قیام کے لئے اور آپ کے صحیح حالات دنیا کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے تحریک کی تھی کہ ۱۷/ جون کو ہر جگہ جلسے کئے جائیں مگر ہزاروں ہیں جو کہتے ہیں کہ اس میں بھی ان کی کوئی ذاتی غرض اور اپنا مقصد ہو گا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ چالیس سال سے ہماری جماعت خدمات اسلام کر رہی ہے' اسلام کے لئے اپنے مال قربان کر رہی ہے' اپنی جانیں قربان کر رہی ہے' اپنے اوقات قربان کر رہی ہے' اپنی عزت قربان کر رہی

ہے' اپنی آبرو قربان کر رہی ہے لیکن وہ مقصد جس کے لئے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے وہ ظاہر نہیں ہوتا۔ آخر وہ کیا چیز ہے جو ہمیں اپنے پاس سے مال خرچ کرنے پر آمادہ کر رہی ہے اپنے آدمی اپنا وقت اور اپنی طاقت خرچ کرنے پر مجبور کر رہی ہے حتیٰ کہ وہ معاملات جو عام ہیں ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کا تعلق ان سے زیادہ ہوتا ہے ان کے لئے مسلمانوں کو کہا گیا کہ چندہ میں شریک ہو جائیں وہاں بھی احمدیوں نے دوسروں سے بہت زیادہ چندے دیئے ہیں جو اپنی تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہیں حالانکہ ان باتوں کا زیادہ اثر دوسرے لوگوں پر پڑتا ہوتا ہے اور فائدہ بھی زیادہ انہی کو پہنچتا ہے نہ کہ احمدیوں کو۔ ملکانے احمدی نہ تھے کہ ان کے مرتد ہونے سے ہم پر اعتراض پڑتا۔ اگر ہم چاہتے تو ان کے ارتداد پر خوشی منا سکتے تھے اور کہہ سکتے تھے کہ دیکھو غیر احمدیوں کے کیسے کمزور عقائد ہیں کہ ان میں ہزاروں آدمی مرتد ہو رہے ہیں مگر ہم نے یہ نہ کہا بلکہ یہ کہا کہ دوسرے مسلمانوں کی ہتک بھی ہماری ہی ہتک ہے اور ہمیں انہیں بچانا چاہئے چنانچہ ہم اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہم نے شدھی کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ وہاں ہمارا ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور (۱۰۰) سو مبلغ ہمارے وہاں ایک وقت میں کام کرتے رہے۔ اس رقم میں شاید پانچ چھ سو روپیہ دوسرے مسلمانوں کا ہوگا اس سے زیادہ نہیں باقی ۹۹۴۰۰ روپیہ ہماری جیبوں سے خرچ ہوا اور ابھی تک ہو رہا ہے۔ اب بھی ہمارے آدمی وہاں کام کر رہے ہیں۔ کیا یہ ہم نے اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے کیا؟ ہماری اس سے ایک غرض اور ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ ملکانوں کے مسلمانوں میں سے نکل جانے سے اسلام کو نقصان پہنچتا تھا اور اسلام کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ مگر ہمارے مخالفوں کی یہ حالت ہے کہ خواہ کسی وجہ سے کوئی ایک شخص بھی ہماری جماعت سے مرتد ہو جائے تو اس پر اتنی خوشی منائی جاتی ہے کہ جس کی حد نہیں۔ تمام حنفی اور وہابی ناچنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں لو وہ جماعت ٹوٹ گئی لوگ احمدیت سے بیزار ہو گئے۔ میں پوچھتا ہوں کیا ہم یہی ملکانوں کے ارتداد کے وقت نیز بنگال اور دوسرے علاقوں میں طوفان شدھی کے وقت نہیں کہہ سکتے تھے مگر کیا ہم نے یہی کہا؟ ہم نے یہ نہیں کہا کہ دیکھو حنفی مرتد ہو رہے ہیں یا وہابی ارتداد اختیار کر رہے ہیں بلکہ ہم نے کہا کہ یہ ہمارے ہی آدمی ہیں جن کو آریہ ورغلا رہے ہیں۔ ہم ان کے پاس جائیں گے اور ان کی حفاظت کریں گے۔ ہم نے دوسروں سے بھی زیادہ ان کے آدمیوں کے مرتد ہونے پر دکھ محسوس کیا اور ایسے ہی بیقرار ہو گئے جیسے کوئی شخص اپنی اولاد کے ضائع ہونے پر بے چین ہوتا ہے۔ یہ تھا

ہمارا سلوک جو ہم نے ان سے کیا اور وہ ہے ان کا سلوک جو آج وہ ہم سے کر رہے ہیں لیکن ہمیں پھر بھی کوئی گلہ نہیں کوئی شکوہ نہیں۔ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ ہمیں اسلام کی خاطر نمونہ دکھلانا چاہئے شاید مسلمان آج نہیں تو کل' کل نہیں تو پرسوں یہ بات سمجھ جائیں کہ آپس میں ایسا تفرقہ نہیں کرنا چاہئے جس سے اسلام کو نقصان پہنچے اور جس سے دشمنان اسلام کو مدد حاصل ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا کسی کا مرتد ہو جانا جیسا کہ ہو جاتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کے وقت بھی ہو گئے تھے آپ کا کاتب وحی مرتد ہو گیا اس نے کہا تھا میرا فقرہ قرآن میں داخل کر لیا گیا ہے۔ ہم میں سے کسی کو اگر ابتلاء آجاتا ہے تو اس پر بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ خوشی کا کون سا موقع ہے احمدیت سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں چلے جانے سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان۔ اگر نقصان تو پھر خوشی کس بات کی اگر اس لئے خوشی منائی جاتی ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی کم ہو گیا تو کیا جب دوسرے مسلمانوں سے ہزاروں آدمی مرتد ہو کر نکل جائیں اس وقت ہمیں خوش ہونے کا حق ہے یا نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہم سے ناراض ہو کر میری ذات پر اعتراض کرتا ہے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اس وجہ سے احمدیت پر کیوں حملہ کیا جاتا ہے۔ کیا مسلمانوں میں سے ایسے لوگ نہیں نکلے۔ جنہوں نے رسول کریم ﷺ پر گندے سے گندے اعتراض کئے مسلمان مرتدین کے مضامین اور کتابیں پڑھو اور دیکھو کیا محمد ﷺ پر ناپاک سے ناپاک الزام انہوں نے نہیں لگائے۔ پھر کیا ہم بھی یہ کہیں کہ حنفیت یا وہابیت ایسی ہے ویسی ہے۔ اگر ہم سب انہی باتوں میں پڑ جائیں تو بتاؤ اسلام کی حفاظت کا ذریعہ کیا ہو گا۔

دنیا میں اختلاف ہوتے ہیں مگر ان کو محدود دائرہ میں رکھنا چاہئے ورنہ اگر ایک ہنسی اڑاتا ہے تو دوسرے کا بھی حق ہے کہ ہنسی اڑائے۔ اور جب سارے ایک دوسرے کی ہنسی اڑانے لگ جائیں گے تو اسلام کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہے گا سب ہنسی میں لگ جائیں گے۔ میں پھر مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ مشترکہ امور میں اتحاد کریں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ ہمارے خلاف نہ لکھیں۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میری ذات کے خلاف نہ لکھیں۔ ہمارے خلاف جو چاہیں لکھیں۔ میری ذات پر جس قدر چاہیں اعتراض کریں۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ جو تحریکیں اسلام کے لئے کی جائیں ان کے خلاف نہ لکھیں بلکہ ان میں متحد ہو جائیں۔ میرے خلاف خواہ کچھ لکھیں میں کبھی گلہ نہیں کروں گا۔ میں ان کو اجازت دیتا ہوں کہ مجھے جتنی گالیاں چاہیں دے

لیں کیونکہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ گالی وہ ہوتی ہے جو آسمان سے آتی ہے زمین سے جو بات کوئی کہتا ہو وہ دعا ہو کر لگتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ خاموش تھے۔ آخر جب وہ بھی جواب میں بولنے لگے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم خاموش تھے تو تمہاری جگہ فرشتے جواب دے رہے تھے اور اب جو تم بولے تو فرشتے خاموش ہو گئے کہ اب اس نے اپنا کام خود شروع کر دیا ہے ہمیں ضرورت نہیں۔ [1] تو میں اپنی ذات پر اعتراضات کرنے سے کسی کو نہیں روکتا کہ کوئی سمجھے اپنے لئے کہہ رہا ہے۔ میری تو وہی حالت ہے جو اس عورت کی تھی جس کا زیور چور لے گیا تھا اور اس نے اسے کہا تھا تمہارے پاس تو اب بھی وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے اور میرے پاس پھر یہ سونے کے کڑے ہیں۔ خدا کے فضل سے مجھے ان باتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ان چند ماہ میں الزامات کی وجہ سے ایک بھی آدمی جماعت سے علیحدہ نہیں ہوا۔

اس کے مقابلہ میں کئی ہزار آدمی میری بیعت میں داخل ہوئے ہیں اور کئی ایک غیر احمدی معززین نے پیغامات بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ گو ہمارا مذہبی لحاظ سے آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر ہم اس شرمناک رویہ کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے شرافت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ تو اس سے میں کسی کو نہیں روکتا بے شک میری ذات پر وہ دل کھول کر حملے کریں گو شریعت کی رو سے جائز ہے کہ میں روکوں مگر اس لئے کہ اسے میری نفسانیت نہ سمجھا جائے میں نہیں روکتا۔ وہ میری ذات کے خلاف لکھیں اور جس قدر چاہیں لکھیں۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اسلام کی ترقی کے لئے جو تجاویز پیش کی جائیں ان کے خلاف نہ لکھیں اور متحد ہو کر کام کریں۔ میں نے تو کسی کی ذات کے خلاف نہ پہلے لکھا اور نہ اب لکھوں گا مگر ان کو اجازت ہے کہ لکھتے جائیں۔ اگر ان باتوں سے مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے تو سمجھ لیں کہ میں جھوٹا ہوں اور اگر نقصان کی بجائے فائدہ ہو تو پھر مجھے ان کی ایسی باتوں پر چڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو میری ترقیات کے لئے کھاد کا کام دے رہے ہیں۔ پس میں پھر یہ واضح کر دیتا ہوں کہ میں اپنے اوپر ذاتی حملوں سے روکتا نہیں۔ ذاتی حملے کرنے کے لئے ان کو کھلی اجازت ہے۔ میں صرف اس سے چاہتا ہوں کہ رک جائیں جہاں اسلامی فوائد کا سوال ہو اور ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس سے دشمن کو یہ خیال ہو کہ مسلمان آپس میں اس قدر پھٹے ہوئے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کی خاطر بھی کسی بات پر اکٹھے نہیں ہو سکتے انہیں جس طرح چاہو مار لو یہ خطرناک رویہ

ہو گا۔ ساتھ ہی میں ایک اور قوم کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں جو ہماری طرف منسوب بھی ہوتی ہے اور ہم سے علیحدہ بھی ہے اور وہ غیر مبائعین ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ان سے معاہدہ ہُوا تھا کہ ایک دوسرے پر ذاتی حملے نہیں کریں گے مگر افسوس ہے کہ سوائے دو تین ماہ کے انہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ طریق یہ ہے کہ اگر کوئی معاہدہ مدت معینہ کے لئے ہو اور اسے قائم نہ رکھنا ہو تو اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ قائم نہیں ہے۔ مگر نہ انہوں نے اعلان کیا اور نہ معاہدہ کا احترام کیا اور خفیہ اور اعلانیہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہے حالانکہ ہم نے ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا معاملہ کیا ہے کہ اسے دیکھ کر انہیں اپنی روش پر ندامت ہونی چاہیئے۔ ان مستریوں کے معاملہ میں ان کا کارکن جو تحریر کا کام کرتا ہے اور پراپیگنڈا کرتا رہتا ہے اس کے متعلق عراق سے خط آیا کہ مستریوں کے شائع کردہ اشتہارات وہاں اس کے ذریعہ پہنچائے گئے ان کو وہاں بھیجنے والا وہ شخص تھا۔ یہ وہ شخص ہے اس کا نام تو میں اب بھی نہیں لیتا اس کا لڑکا گھر سے روپیہ لے کر نکل گیا اور ہماری جماعت کے ایک آدمی کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میں ان لوگوں سے بیزار ہوں مجھے قادیان بھیج دو۔ مگر انہوں نے اسے سمجھایا اور کہا یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے ادھر مجھے لکھا تو میں نے بھی انہیں یہی کہا کہ اسے سمجھائیں۔ وہ ماں باپ کے پاس ہی رہے میں نے یہ بھی کہا کہ اس کے باپ کو اطلاع دی جائے۔ معلوم نہیں ہماری نصیحت کارگر ہوئی یا نہیں اور وہ ماں باپ کے پاس گیا یا نہیں مگر ہمارا یہ رویہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں جو رویہ ان کی طرف سے اختیار کیا گیا وہ ظاہر ہے ہماری جماعت کے بہت سے دوستوں نے چاہا کہ ان کو جواب میں لکھنے کی اجازت دی جائے اور ان کا جواب لکھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دو ہفتہ کے اندر اندر ان کی زبانیں بند کی جاسکتی ہیں لیکن وہ طریق اختیار کرنا جسے غیر شریفانہ کہا جائے ہم پسند نہیں کرتے۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ شیشہ کے مکان میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے اچھے نہیں ہوتے کیونکہ پتھر کے مکان کو تو پتھر سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا مگر شیشے کے مکان پر پتھر پڑ گیا تو وہ چُور ہو جائے گا۔ ورنہ اگر اس طریق کو میں جائز سمجھتا تو کئی ایک دوستوں نے واقعات پیش کئے اور کہا اجازت دی جائے کہ ان سے ان کے متعلق پوچھیں مگر میں نے اجازت نہ دی۔ تو ان کے جواب ہو سکتے تھے اور ایسے ہو سکتے تھے کہ کچھ حصہ تو اپنی عزت کے بچانے کے لئے اور کچھ حصہ ان کے تعلقات کی وجہ سے خاموش کیا جا سکتا تھا مگر ہم خدا کی شریعت کے پابند ہیں اور اس کے احکام کے دو معنی نہیں

لیتے ایک اپنے لئے اور ایک دوسروں کے لئے۔ مگر انہوں نے ایسا رویہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ کام کر رہے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں ان کے اپنے دل بھی ندامت محسوس کرتے ہوں گے اور وہ خود بھی ناجائز سمجھتے ہوں گے لیکن چونکہ وہ بھی بغض معاویہ کے مطابق مجھ سے بغض رکھتے ہیں اس لئے اختیار کئے ہوئے ہیں چونکہ انہوں نے معاہدہ کی پابندی نہیں کی اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ نہیں اب معاہدہ ہمارے درمیان نہیں۔ لیکن ساتھ ہی میں اپنے اخبار نویسوں کو یہ کہہ دیتا ہوں کہ انہیں اب بھی ان کی ذاتیات کے خلاف لکھنے کی اجازت نہ ہوگی ہاں اصولی باتوں کے متعلق لکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی اخبار نویس ذاتیات کے خلاف لکھے گا تو میں اسے اسی طرح پکڑوں گا جس طرح معاہدہ کے وقت پکڑتا۔ ہماری تحریرات اخلاق فاضلہ پر مشتمل ہونی چاہئیں ہمیں اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بننا چاہئے اور لوگوں کو بتانا چاہئے کہ کسی کو برا کہنے سے کوئی برا نہیں بن جاتا۔ اگر کسی کے برا کہنے سے کوئی برا بن جاتا تو سب سے برے (نعوذ باللہ) خدا کے نبی اور رسول ہوتے کیونکہ سب سے زیادہ گالیاں انہیں دی جاتی ہیں۔

دیکھو رسول کریم ﷺ پر کس قدر خطرناک الزامات لگائے گئے۔ میں سمجھتا ہوں جس قدر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں وہ ان کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ مگر کیا رسول کریم ﷺ کی شان میں کوئی فرق آگیا۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پس جب یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ حق کی مخالفت کی جاتی ہے اور حق پر ہونے والوں کو گالیاں دی جاتی ہیں تو میرے لئے گھبرانے کی کیا وجہ ہے۔ اگر مجھے گالیاں دے کر ان کا دل خوش ہو سکتا ہے اور وہ متحدہ کاموں میں اتحاد کر سکتے ہیں تو میں سمجھوں گا کہ میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔ وہ سب مل کر مجھ کو گالیاں دے لیں مگر مشترکہ اسلامی مفاد میں اکٹھے ہو جائیں تو میں سمجھ لوں گا کہ میری تمام تحریروں اور تقریروں کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ اس وقت جس چیز کی ضرورت ہے وہ اتحاد ہے۔ مگر میں نے نہایت افسوس سے دیکھا ہے کہ بعض اخبار جو ثقہ کہلاتے ہیں وہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ احمدیوں کا کیا حق ہے کہ فلاں کام میں حصہ لیں یہ طریق کامیابی کا نہیں۔ اگر ہر فرقہ دوسرے کے متعلق کہے کہ اسے فلاں کام میں دخل دینے کا کیا حق ہے اسے علیحدہ کر دو تو اس طرح سارے نکل جائیں گے پھر باقی کون رہے گا۔ مشہور ہے کسی شخص کو بہادر بننے کا شوق تھا وہ ایک گودنے والے کے پاس گیا اور کہا میرے بازو پر شیر کی تصویر بنا دو۔ جب اس نے سوئی

چھوئی اور درد ہُوا تو اس نے کہا یہ کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا دُم بناتا ہوں۔ کہنے لگا کہ دُم کے بغیر بھی شیر بن سکتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں شیر تو بن سکتا ہے کہنے لگا اچھا پھر دُم کو چھوڑ دو۔ اسی طرح اس نے کان منہ وغیرہ کے متعلق پوچھا کہ ان کے بغیر بھی شیر ہو سکتا ہے آخر اس نے کہا اگر ایک چیز نہ گودی جائے تب تو شیر ہو سکتا ہے لیکن اگر کچھ بھی نہ بنے تو شیر کیسے ہو گا۔

پس یہ بات تو ہر فرقہ دوسرے کے متعلق کہہ سکتا ہے سارے مسلمان ایک فرقہ کے تو ہیں نہیں۔ ان میں حنفی وہابی شیعہ ہیں۔ پھر ان کے آگے کئی فرقے ہیں۔ اگر ایک فریق کے متعلق کہا جائے کہ اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا کیا حق حاصل ہے تو اسی طرح سب کے متعلق کہا جا سکتا ہے پھر نمائندگی کرنا کس کا حق رہ جائے گا۔ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ مذہبی لحاظ سے تو تھے ہی اب تو سیاسی بھی بن گئے ہیں تعاونی اور عدم تعاونی وغیرہ اگر ہر ایک دوسرے کو یہی کہے گا کہ اس کا کیا حق ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی کرے تو پھر کون نمائندگی کرے گا اس کا نتیجہ بہت خطرناک ہو گا اگر اسے روکا نہ گیا کہ قلیل التعداد لوگوں کو کہا جائے تم کون ہوتے ہو۔ اگر اس طرح انہیں کہا جائے گا تو وہ الگ ہو جائیں گے۔ غور کرو کون ہوتے کون ہوتے سے ہی مل کر مسلمان ۷ کروڑ بنتے ہیں۔ اگر وہ لوگ نکل جائیں گے جنہیں کون کہا جائے گا تو باقی تعداد اتنی نہ رہے گی۔ اگر کوئی سمجھے کہ دس لاکھ احمدی نکل جائیں تو ہمارا کیا حرج ہے تو وہ غلطی پر ہو گا۔ پھر یہی کہا جائے گا کہ ایک کروڑ شیعہ نکل جائیں گے تو کوئی بات نہیں اس صورت میں مسلمان جو تیس فیصدی حقوق لے رہے ہیں یہ بھی نہ لے سکیں گے۔ تو مشترکہ مفاد میں کون کون کی تفریق اٹھا دینی چاہئے۔ تھوڑے دن ہوئے میں نے سر ذوالفقار علی خاں صاحب سے مالیر کوٹلہ میں گفتگو کی۔ میں نے کہا آپ مسلمانوں کی سیاسی اور تمدنی ترقی کے لئے متحدہ پروگرام کیوں تجویز نہیں کرتے۔ اگر مسلمان ایسا کریں تو میں اپنی جماعت کے سیاسی و تمدنی معاملات ان کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ ہم قلیل التعداد ہیں اور قلیل التعداد ہمیشہ اپنے حقوق کی حفاظت پر زیادہ زور دیا کرتے ہیں کیونکہ ان کو خطرہ ہوتا ہے کہ ان سے ناروا سلوک نہ کیا جائے۔ مگر میں باوجود اقلیت کے اس پر رضامند ہوں کہ اپنی جماعت کے تمدنی اور سیاسی معاملات مسلمانوں کے سپرد کر دوں مسلمانوں کی جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تو اشتراک کے لئے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔

میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے دل کھول دے اور وہ سمجھ لیں کہ

معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اسلام کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ ان کو اپنے نفسوں پر قابو پانے کی توفیق دے کیونکہ جب تک اپنے نفس پر قابو نہیں پائیں گے دنیا پر بھی قابو نہ پا سکیں گے۔

(الفضل ۵ / جون ۱۹۲۸ء)

۱۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۳۶۔